

Metaphysical Elements in Ghazliat-i-Quli Qutb Shah

غزلیات قلی قطب شاہ میں مابعد الطبیعیاتی عناصر

Nasir Ali

Dr. Mamuna Subhani

PhD Scholar, Dept. of Urdu, Government College University Faisalabad

Associate Professor, Dept. of Urdu, Government College University Faisalabad

Abstract

Ghazliat-i-Quli Qutb Shah, the collection of ghazals, written by the Persian poet Quli Qutb Shah in the 16th century. His writings portray metaphysical elements through its themes and imagery. The poet's exploration of deep philosophical concepts and the transcendent nature of love in his work reflects the metaphysical elements. The ghazals in Ghazliat-i-Quli Qutb Shah probe into metaphysical themes, reflecting the poet's contemplation of the nature of existence, the human soul, and the divine. The use of rich symbolism and allegory characterizes Quli Qutb Shah's poetic exploration of metaphysics. Through involved metaphors and mystical imagery, he invites readers to discover hidden truths and seek enlightenment by navigating the realms of metaphysical reality.

قطب شاہی سلطنت کے پانچویں سلطان قلی قطب شاہ کو اردو ادب کے پہلے صاحب دیوان شاعر ہونے کی حیثیت حاصل ہے۔ یہ 1565ء کو گو لکنڈہ میں پیدا ہوئے جبکہ ان کا وصال 1612ء کو حیدرآباد میں ہوا۔⁽¹⁾ انہوں نے حیدرآباد کن شہر کی تعمیر کے لیے گو لکنڈہ کو اس کا دار الحکومت بنایا۔ قلی قطب شاہ کا مذہب سے شدید لگاؤ تھا جو اس کی غزلیات میں واضح طور پر نظر آتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے شہر حیدرآباد کو حضرت علی کرم اللہ کے نام سے موسوم کیا۔

تاریخ قلی قطب شاہ سے پتہ چلتا ہے کہ سلطان قلی قطب شاہ کا دور اردو کے جنم اور پھر ارتقاء کا دور تھا۔ اس دور میں عربی اور فارسی زبانیں عام تھیں۔ قلی قطب شاہ عربی، فارسی اور نیلگوڑ زبانیں جانتے تھے۔ جبکہ ان کی شاعری فارسی اور اردو میں نظر آتی ہے۔ چونکہ اردو ابھی اپنے ارتقاء میں تھی۔ اس لیے فصیح و بلیغ نہ تھی۔ لیکن قلی قطب شاہ کی غزل کو پڑھتے ہوئے کہیں بھی یہ تاثر نہیں جاتا کہ یہ اردو کی ابتدائی غزل ہے۔ گو کہ وہ عربی اور فارسی زبانیں جانتے تھے اس کی وجہ قطب شاہی دور بھی ہو سکتا ہے۔ جس کی خصوصیت یہ تھی کہ اس دور کے تمام بادشاہ ہی علم و حکمت میں سبق رکھتے تھے۔ مختلف علوم کے وہ ماہر تھے۔ لیکن قلی قطب شاہ ان سب میں کمال رکھتے تھے۔ وہ ایک طرف تو اپنی بادشاہت میں انتظامی امور اور نئے نئے احکامات و طریقے وضع کرنے کے ساتھ ساتھ مختلف شہر بھی بسا رہا تھا۔ جبکہ دوسری طرف علم و ادب سے اس کا گہرا ذوق بھی اس کی شاعری میں نظر آ رہا تھا۔

قطب شاہی دور کی سب سے بڑی خوبی تصوف اور عشق ہے۔ یہی انفرادیت ہمیں قلی قطب شاہ کے ہاں بھی نظر آتی ہے۔ وہ تہذیب و ثقافت، مذہبی عقائد، معاشرتی رسم و رواج کو اپنی غزل میں پیش کرتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ فارسی کے صنائع بدائع کو اردو ادب میں بڑے فنکارانہ انداز میں پیش کیا ہے۔ انسانی احساسات و جذبات کی ترجمانی بھی نظر آتی ہے۔ یہی وہ تمام خصوصیات ہیں جو قلی قطب شاہ کو نہ صرف ممتاز کرتی ہیں بلکہ اس کی غزل میں مابعد الطبیعیاتی تاثر کو بھی پیش کرتی ہیں:

زادہ کیا پند کہے اے بے خبر
 رب کی حکمت حکمت میں سو کنج حکمت (۲)

نین سون نین لاکھ موبی ہوں پیو پیر
 کہ تن من پس اس کے انگ پر تھے واری (۳)

قلبی قطب شاہ کی غزل میں ہندو مذہب اور ثقافت سے بھی استفادہ نظر آتا ہے۔ اس کا خاص میدان محبت اور عشق ہے۔ جس کے ساتھ ساتھ مختلف تہذیبیں، معاشرت اور انسانی جذبات و احساسات بھی جڑے نظر آتے ہیں۔ گویا قلی کے ہاں موضوعات کا تنوع ہے۔ انہی مختلف موضوعات میں سے قلی قطب شاہ نہ چاہتے ہوئے بھی اپنا مابعد الطبیعیاتی نقطہ نظر بیان کر جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ جس قسم کے موضوعات سے لگاؤ رکھتے ہیں وہ تمام کے تمام مابعد الطبیعیات سے براہ راست تعلق رکھتے ہیں۔ لہذا ہم کسی طور بھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ سلطان قلی قطب شاہ کی غزل میں فلسفہ و حکمت، گہری سوچ، کائنات کے متعلق نظریہ اور دوسرے مابعد الطبیعیاتی مسائل کا بیان نظر نہیں آتا۔ بلکہ وہ اپنی غزل میں ان مسائل کا بیان رواں انداز میں کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ اس کی وجہ صرف اور صرف یہی ہے کہ ان کے ہاں مختلف موضوعات کا پایا جاتا ہے:

”محمد قلی کے دیوان میں تہذیبی و معاشرتی رنگارنگی ہے اور اردو کا پہلا صاحب دیوان شاعر ہونے کے باوجود اس کے کلام میں موضوعات کی جدت اور ندرت اور رنگارنگی اس بات کی غماز ہے کہ وہ ایک فطری شاعر تھا۔“ (۴)

موضوعات کا تنوع کی شاعر کو حقیقی شاعر بناتا ہے۔ پھر کوئی ایسا موضوع نہیں جو اس سے چھپا رہ جائے۔ قلی قطب شاہ خوش نویسی اور تعمیرات کا دلدادہ تھا۔ اس کے سرکاری محلوں کے علاوہ بہت سے محل اس نے ایسے بھی بنائے تھے جو اس کی خانگی ضرورتوں اور اس کے ذوق کی تکمیل کے لیے تھے۔ گویا وہ خود کو فطرت کے قریب رکھنا چاہتا تھا۔ اور فطری و قدرتی مناظر ہر وقت اس کے سامنے ہیں۔ خدا کی قدرت کا بیان اور پیدا کرنا نعمتوں کی رنگارنگی اس کو مزید قدرت کے قریب کرتی ہے۔ لہذا وہ فلسفیانہ سوچ اور مضامین کو اپنے بیان میں لاتا ہے:

سب فقیریاں مل الف نا پڑک کہتے ب پڑو
 مرے دل کے شہر کون دایم رکھے معمور توں (۵)

قربان جاؤ نا میٹھے باطل کے سحر پر
 سب جاؤ پکڑے نین کے جادو سبتیں پیا (۶)

محمد قلی قطب شاہ کو دل و دماغ کی بہت سی عمدہ توہینیں خدا تعالیٰ نے ودیعت کی تھیں۔ وہ نہ صرف دنیاوی بادشاہت کے لحاظ سے بڑا تھا بلکہ ایک بلند مرتبہ مصلح، مجتہد وقت، وضعدار، رعایا پرور اور نہایت فیاض و رحمدل بھی تھا۔ تعمیرات، شہر بسانے، تاریخ ادب اور دوسرے فنون لطیفہ سے دلچسپی اس امر کا اظہار کرتی ہے کہ اس کی غزل میں نہ چاہتے ہوئے بھی کچھ نہ کچھ مابعد الطبیعیاتی سوچ موجود ہوگی۔ اس کی غزل مکمل ہندو اور مسلم ثقافت اور رسم و رواج کا مرقع نظر آتی ہے۔ اس ضمن میں مسعود حسین رقم طراز ہیں:

”وہ اپنے دونوں بھائیوں کی طرح علوم عربیہ، فقہ، تاریخ، منطق اور تصوف میں کم علم کہا جاسکتا ہے لیکن سخنوری میں نہ صرف وہ مہارت تام رکھتا تھا بلکہ اس کے فنی نکات پر بھی گہری نظر تھی۔“ (۷)

اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ قلی قطب کو ایک طرف پورا پورا علمی و ادبی ماحول میسر آیا تھا جبکہ دوسری جانب وہ اپنے بھائیوں کی نسبت ان علوم پر دسترس نہیں بھی رکھتا لیکن وہ یہ علوم جانتا تو تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ شاعری پر دسترس بھی اسے باقی سب سے ممتاز کرتی ہے اور اس کی غزل میں بھی یہ تاثر نمایاں ہے۔

قلی قطب شاہ کا دور ہندی شاعری کا دور ہے جہاں مذہبی رسومات کے علاوہ علم نجوم و منطق اور فلسفہ کا عمل دخل بھی ہے۔ پھر اس میں قطب شاہی دور کی غزل کی روایت ہمیں تین طرح کی نظر آتی ہے۔ ایک درباری غزل کی صورت، جبکہ دوسری مجاز اور عشق و عاشقی کی صورت ہے۔ جس میں صوفیانہ روایت بھی ہے اور اس روایت میں تیسری صورت ملا جلا رجحان نظر آتا ہے۔ یعنی تیسری صورت میں پہلی دونوں صورتیں مل کر نظر آتی ہیں۔ اس لیے بنیادی طور پر قلی قطب کی غزل دین اور دنیا دونوں میں ملی جلی نظر آتی ہے۔ وہ خدا پر یقین رکھتا ہے اور اسے ہر قوت گردانتا ہے۔ جبکہ دوسری جانب میخانہ اور بت کدہ ساتھ ساتھ ہے۔ اب ایک شاعر کے ہاں متصوفانہ عناصر ہوں اور مابعد الطبیعیاتی سوچ نہ ہو، کچھ حیرت کی بات لگتی ہے۔ وہ مذہب کو انسانی زندگی کے لیے لازم ملزوم سمجھتے ہیں۔ قلی قطب شاہ کے اس ضمن میں چند اشعار دیکھیں:

قطب کے میخانے تھے سے پینا آسان کام نہیں
بن محمد کون پیوے سے سو اس پینانے کا (۸)

آج کل نہیں تھا ازل تھے عشق کا مکتب منجے
تو ابد لک یوں پھبیا ہے عشق کا مذہب منجے (۹)

نبی صدقہ قطبا تو اے رتبہ پایا
کہ تجھ دور میں دین کون ہے استواری (۱۰)

قلی قطب کی غزل پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ مذہب کے نہایت ہی قریب تھا۔ وہ نبی اور آل نبی کی محبت کو حقیقت سمجھ کر آگے بڑھتا ہے۔ وہ شیخ تن پاک سے نہایت عقیدت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی غزل کے ہر مقطع میں نبی و آل نبی کی بات ضرور نظر آتی ہے۔ حسین علم، وزیر مشیر شعیبہ تھے۔ وہ خود بھی شعیبہ مسلک پر کار بند تھا۔ بہت ساری مذہبی رسومات جاری کیں۔ اس کی مختلف بیگمات بھی تھیں جن میں سے ایک ہندو تھی، چہارمینار میں ایک مسجد ساتھ مدرسہ بھی تعمیر کروایا۔ جس کا مقصد صرف اور صرف تعلیم تھا۔ اس مدرسہ میں ہندو اور مسلم اکٹھے تعلیم حاصل کرتے تھے۔ وہ خود بھی اس راستے پر تھا اور لوگوں کو بھی تعلیم و فلسفہ کا طالب کیا۔ ڈاکٹر سید محی الدین زور قادری نے جگہ جگہ قلی قطب کو تصوف و عاشقی کا شاعر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ لہذا وہ اپنے خیالات کا اظہار یوں کرتے ہیں:

”عشق و عاشقی کے اور نہایت ہی عریاں مضامین کے ساتھ صوفیانہ مسائل کی ترجمانی اور خاص کر نبی و آل نبی کی مدحت و منقبت میں محمد قلی نے جو کمال حاصل کیا ہے وہ اردو شاعری میں اسی کے لیے مخصوص ہے۔“ (۱۱)

غزل کی صنف سے دکنی شعرا نے بہت سے کام لیے ہیں۔ انہوں نے تبلیغ و اشاعت اور فلسفہ و تصوف کو بھی اس کے ذریعے بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محمد قلی قطب کی غزل میں یہاں ہمیں متنوع موضوعات اور جذبات و خیالات نظر آتے ہیں وہیں فلسفیانہ اور متصوفانہ خیالات کی عکاسی بھی نظر آتی ہے۔ بعض نقادوں نے

لکھا ہے کہ فلسفہ و تصوف سے اس کا دور دور تک کوئی تعلق نہیں تھا۔ لیکن یہ امر بھی ضروری نہیں کہ کوئی شاعر فلسفی اور صوفی نہ ہونے کے باوجود اس کی شاعری میں ایسے مضامین کی جھلک نظر نہ آئے۔ شاعر معاشرے کا قاری ہے وہ تفکر کے ذریعے ہر قسم کے خیالات کو اپنی شاعری میں پیش کرتا ہے۔

محمد قلی جب اپنی غزل میں فلسفیانہ مضامین پیش کرتے ہیں تو وہ سمجھتے ہیں کہ فلسفہ و علم ایک ایسی شے ہے جو اس پر چلتا ہے وہ پھر کنارے پر نہیں پہنچتا۔ ب؛ کہ وہ اس میں غوطہ زن ہو کر مزید ڈوبتا ہی چلا جاتا ہے۔ لیکن اگر یہ معاملہ ہوتا ہے تو صرف اور صرف محبوب کے ہاں؛ کیوں کہ وہاں سب مسئلے حل ہوتے ہیں۔

پے علم ہو رہا ہے کتب ہو رہا ہے کس تھے بوجھیا تے جانا
عاکماں بیچارہ دکھ کر اس کی تک میں رہے تھکیا (۱۲)

دنیا کا حکمت نہ بوجھیں ہر گز حکیمان علم سوں
گاؤ ترنا عیش نس دن پیا کے نام پر (۱۳)

اس قسم کے خیالات کا اظہار ہر ایک شاعر نہیں کرتا۔ قلی قطب وہ پہلے شخص تھے جس کا اردو کلام ہر لحاظ سے مزین تھا۔ اس کی وجہ صرف اور صرف مناظرِ فطرت ہی تھے۔ وہ محلات تو بنانا ہی تھا لیکن اس کے علاوہ قلی قطب شاہ نے اپنے شہروں میں سبزہ اور اشجار پر خاص توجہ کی تھی۔ تذکرۃ الملوک کے مطابق تمام شہر ایک باغ کے مانند دکھائی دیتا تھا۔ ہر طرف سبزہ اور خوشامالی تھی۔ اس کے علاوہ دیگر فنونِ لطیفہ کی طرف بھی خاص توجہ دیتے تھے۔ اسی انفرادیت کو دیکھتے ہوئے ایران سے اہل فن حیدرآباد میں جمع ہو رہے تھے۔ وہ اس طرف خاص دلچسپی رکھتے تھے۔ گویا خدا کی تعریف، ہندوستانی روایات کا ذکر اور فطری ماحول اس کی غزل کے خاص اوصاف بن گئے تھے۔ جن میں وہ فلسفہ و منطق جیسے خیالات کو اپنی غزل میں پیش کرتے۔ ڈاکٹر سیدہ جعفر رقم طراز ہیں:

”وہ فلسفہ، منطق اور فنِ طب کا ماہر تھا۔“ (۱۴)

قلی قطب کے والد ابراہیم کے دربار میں جس طرح بڑے بڑے ہندو امیر اور سپہ سالار موجود تھے ان کے محلات میں بھی ہندو عورتیں تھیں۔ خود قلی قطب شاہ کی ماں کے بارے میں ہے کہ وہ بھی ایک ہندو عورت تھی۔ اس نے ایسا لباس اور وضع قطع اختیار کی جو اس کے آباؤ اجداد سے مختلف تھی اور ہندوستانی کا عنصر اس میں غالب تھا۔ یہی وہ تمام ذرائع تھے جو قلی قطب کے ہاں مابعد الطبیعیاتی سوچ کا محرک بنے۔

قلی قطب کا دور دکنی ادب میں تہذیبی اور ثقافتی ترقی کا دور تھا۔ جس میں مذہب، تصوف اور مضامین میں تنوع اور رنگارنگی کا چلن عام تھا۔ قلی قطب کی غزل اسی رویہ سے ہو کر خالص اسلامی تعلیمات بالخصوص شیعیت کے رنگ میں ہے۔ گو قلی قطب شاہ کو ان کا مذہب ہی رویہ ہی منفرد کرتا ہے۔ ڈاکٹر علی یاسر رقم طراز ہیں:

”اس کے ہاں فنا و بقا کے تصورات خالصتاً اسلامی ہیں۔ وہ خود کو خدا، رسول آئمہ کے عشق میں فنا کر کے بقا کا پیمانہ پیتے ہیں۔ دنیا کی بے ثباتی، وجود کی نفی اور خواہشات سے بیزاری ان کی غزل کے مضامین میں جگہ پاتی ہے۔ وہ عمر درازی خواہش اور حیات و کائنات کے تصورات کا حامی ہے اور اس کے لیے صرف اور صرف مذہب اس کا مددگار ہے۔“ (۱۵)

قلی قطب اپنی غزل میں جہاں خدا کا ذکر کرتے ہیں اس کے ساتھ کہیں کہیں بت خانے کا ذکر بھی اسی شد و مد سے کرتے ہیں گویا کہ قلی قطب کے ہاں خدا ایک طاقت ہے جو مسلمانوں کے نزدیک اسلامی نقطہ نظر سے تو ہے ہی لیکن قلی کی غزل میں ہندوؤں کے ہاں ان کے بت بھی طاقت کا سرچشمہ ہیں۔ خدا یعنی پرستش کے لایک کسی بھی مذہب میں ہو، قلی قطب اسے اس نظریہ اور مذہب کے مطابق طاقت ہی سمجھتے ہیں۔

اپ	گناہاں	سوں	ہمیں	کھاتے	ہیں	غوتے	رات	دن
اپنی	طاقت	ہات	سوں	منج	کو	بچا	دوالے	خدا
میں	نہ	جانوں	کعبہ	و	بت	و	میخانہ	کوں
دیکھتا	ہوں	ہر	کہاں	دستا	ہے	تجھ	کا	صفحا (۱۶)

کیا	کہ	حق	پرستی	کرو	بت	پرستی	سٹو
کیا	کہ	دونوں	بات	میں	ایک	امتحان	کرو (۱۷)

قلی قطب شاہ اپنے مابعد الطبیعیاتی فہم میں خدا کو قدرت گردانتے ہیں۔ یعنی عظیم اور حقیقی طاقت اللہ ہی کی ہے۔ انسانوں میں خدا ہی کا نور ہے۔ انسانوں کے علاوہ اس کائنات میں ہر شے پر خدا ہی کی طاقت ہے۔ خدا کے متعلق اس قسم کے نظریات ہمیں قلی قطب کی غزل میں بار بار نظر آتے ہیں۔ گویا قلی قطب شاہ تصوف میں خود کو گم کر کے فنا کی منازل طے کرتے ہیں۔ پھر یہ سوچ اور فکر ان کے ہاں جنم لیتی ہے جسے وہ اپنے اشعار میں برملا بیان کرتے ہوئے نظر آتے ہیں:

”ایک بڑی سلطنت کے حکمران ہونے کے باوجود اسے احساس ہے کہ خدا کے فضل کے بغیر وہ کچھ نہیں۔ اس لیے وہ یا حفیظ کہتا ہوا وہ اپنے خدا کو سب کا پالنہار اور مصیبتوں کو دور کرنے والا کہتا ہے۔ اس کی حمد کے دیگر اشعار میں بھی خدا کی بڑائی کے بیان کے ساتھ ساتھ اپنے مسائل کے حل کے لیے خدا کی مدد طلب کرنے کا ذکر ملتا ہے۔“ (۱۸)

جب انسان فنا اور بقا کی منازل طے کرتا ہے تو گویا وہ جسم و جان یا اپنا تن من الگ الگ جان کر جسم کو مادی دنیا جبکہ جان یعنی روح کو حقیقی گردانتا ہے۔ پھر اپنے خدا سے لو لگا کر جسم اور مادی دنیا سے خود کو الگ رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ قلی قطب کی غزل ہمیں اس سے الگ اور منفرد نظر آتی ہے۔ وہ انسان کو جسم اور روح کا مجموعہ خیال کرتے ہیں۔ خود کو دنیا میں بھی رکھتے ہیں جبکہ جسم و جان کی بحث بھی کسی قدر بلا تکلف بیان کرتا ہے۔ لہذا قلی قطب شاہ جسم کو فنا اور جان یعنی روح کو بقا جانتے ہیں۔ جسے وہ من کا نام بھی دیتے ہیں۔

نبی	صدقے	فنا	نہ	جانے	قطباً
محبت	میں	بقا	بیلا	پیا	میں

نچھل	جل	آرسی	تجھ	کھ	میں	قوت	روح	سے
ہمن	حیات	سو	جاگا	کیا	بازن	غفور (۲۰)		

چونکہ محمد قلی عشق مجازی میں کمال رکھتا تھا۔ اس لیے صرف محبت اور معشوق کے سوا اسے اور کچھ نہیں معلوم پڑتا۔ ڈاکٹر محی الدین قادری زور نے اپنے مقدمات اور تاریخ میں جگہ جگہ قلی قطب کو ایک صوفی شاعر بیان کیا ہے۔ کیونکہ قلی قطب شاہ کے عشق مجازہ کو وہ اصل میں عشق حقیقی کا سرچشمہ گردانتے ہیں۔ یہ دور مذہبی ہم آہنگی کے لحاظ سے اپنی اہمیت رکھتا تھا اور خاص کر مسلمان اردو شعراء متصوفانہ عناصر کو اپنے ہاں زیادہ استعمال کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ جس وجہ سے ہر شاعر کو صوفی شاعر جانا جانے لگا۔

اردو غزل میں زیادہ تر اثرات چونکہ فارسی شعر و ادب کے ہیں اس لیے فارسی شعر و ادب کی روایت ہمیں اردو غزل میں عام نظر آتی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ برصغیر پاک و ہند کے صوفیانہ مزاج نے بھی اپنا حصہ ڈالا۔ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ یہاں ہر دور میں بیرونی حملہ آور آتے رہے۔ ظاہر کی بات ہے وہ اپنے ساتھ اپنی تہذیب اور خیالات و

نظریات کے ساتھ ساتھ اپنی مختلف تعلیمات ضرور لاتے تھے۔ اس طرح یہاں کی تہذیب میں کچھ عناصر شامل ہوتے گئے۔ برصغیر کے مسلمان شعراء کے بابت ڈاکٹر قیوم صادق رقم طراز ہوتے ہیں:

”مسلمان شعراء اہل قلم زیادہ سے زیادہ فارسی ادب و اخلاق سے متاثر تھے۔ اس لیے خاص قوت کے ساتھ ان کے تصورات و خیالات میں تصوف کا فرما ہوا۔“ (۲۱)

مذکورہ رائے کو جب ہم قلی قطب شاہ کی غزل میں رکھ کر دیکھتے ہیں تو اس میں کچھ شک نہیں گزرتا کہ ان کے خیالات و نظریات میں بیرونی اثرات کس قدر ہیں۔ خاص طور پر مذہب اور فلسفہ و منطق وغیرہ۔ قلی قطب شاہ کا مابعد الطبیعیاتی نظریہ بھی اسی کے برابر چلتا دکھائی دیتا ہے۔ وہ مذہب اور عشق کی شاعری کرتا ہے تو وہی مذہب اپنے مابعد الطبیعیاتی نقطہ نظر میں بیان کرتا ہے۔ اسلامی نظریات و تعلیمات ہی اصل میں قلی قطب شاہ کی غزل میں نظر آتے ہیں۔ جن کے مطابق مابعد الطبیعیاتی عناصر بھی بالکل اسلامی تعلیمات کے زیر اثر ہیں۔ جیسے کہ جادو جنات اور جنت دوزخ کے ساتھ ساتھ فرشتوں کے متعلق بھی ان کا نظریہ بالکل واضح ہے۔ چند ایک اشعار دیکھیں:

تج	خوبی	سوں	یک	آیت	سیکھا	تو	ہوں	اب	مطلق
افسون،	سحر،	ٹونے،	منتر	تھے	تھے	ہوا	فارغ (۲۲)		

تمن	نور	تھے	ہے	بے	نور	حوراں
تمارے	نور	تھے	جنت	ہے	موزوں	(۲۳)

قلی قطب کی غزل کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے ہاں جنت اور حور جنت کا نظریہ وہی ہے جو تعلیمات اسلامی میں ہے۔ وہ جنت اور حور کو ایک خوبصورت شے گردانتے ہیں۔ جنت میں مختلف طرح کی نعمتیں ہوں گی اور لوگوں کا دل بہلانے کے لیے حوریں بھی۔ اس کی ایک وجہ ان کے ہاں عاشقانہ رنگ اور متصوفانہ مباحث کا ہونا ہے۔ اسی لیے وہ جنت اور حور جنت کے متعلق اس قسم کا اظہار کرتے ہیں۔ جبکہ جادو اور جنات کے متعلق بھی قلی قطب شاہ اپنا نظریہ بالکل واضح رکھتے ہیں۔ وہ جادو کو محبوب کا چہرہ اور آنکھیں سمجھتے ہیں یعنی محبوب کا چہرہ اور آنکھیں اپنے عاشق پر جادو کا کام کرتے ہیں۔ اس کے حالات بدل جاتے ہیں۔ لیکن یہ جادو وغیرہ یعنی یہ حالات کس طرح بدلتے ہیں اور اس کا اثر کیسے ہوتا ہے۔ یہ خدا ہی کی قدرت ہے۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ کیونکہ محبوب کو حسن خدا تعالیٰ ہی نے دیا ہے۔

جادو کے متعلق قلی قطب یہاں تک خیال کرتے ہیں کہ حقیقی خدا کی قدرت ہے اور سامری کے بھی بس کی بات نہیں۔ یعنی خدا ہی کی دی ہوئی طاقت سے سامری کسی پر جادو کر سکتا ہے۔ البتہ خدا اگر کسی کو طاقت دیتا ہے تو کچھ بعید نہیں۔ وہ جادو ٹونہ کو تسلیم کرتے ہیں اور اپنی غزل میں بار بار جادو ٹونہ کے لیے منتر کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔

قلی قطب شاہ جادو کو خدا کی قدرت اور محبوب کے چہرے و خدو خال گردانتے ہیں۔ جبکہ حور جنت کو بھی محبوب ہی سے تشبیہ دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہی وہ عاشقانہ اور متصوفانہ رنگ ہے جو ان کی غزل کو خاص طور پر مابعد الطبیعیاتی حوالہ سے ممتاز کرتا ہے۔ آغا محمد باقر رقم طراز ہیں:

”سادگی اور شہابی اس کے کلام کا جوہر ہے۔ تصوف اور عاشقانہ رنگ میں اشعار کہتا تھا۔ مرصع نگاری اور مناظر قدرت کی بنیادیں اس نے رکھیں۔“ (۲۴)

قلی قطب کی غزل میں جب ہم عشق اور تصوف کے رنگ کا اقرار کرتے ہیں تو یہ ہمیں قلی کی مذہب کے ساتھ محبت کے اور نزدیک لے جاتا ہے۔ وہ اپنے اس تصوف رنگ کا گہرا ثبوت بھی اپنی غزل میں پیش کرتے ہیں۔ وہ اپنی غزل کے ہر مقطع میں نبی اور آل نبی کے ساتھ محبت کا دم بھرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ خاص طور پر جس گھر سے تصوف شروع ہوتا ہے یعنی حضرت علیؑ کا نام بار بار لیتے ہیں۔ ان کی غزل کا کوئی مقطع ایسا نہیں ہے جس میں وہ حضرت علیؑ سے محبت کا دم نہ بھریں۔ مذہبی نقطہ نظر سے ان کے چند اشعار دیکھیں:

ہندوئے	ہند	جب	نہ	کر	مجب	جان	آرام	پر
نہ	بات	مصری	مصر	سوں	واروں	اس	کے	پر
ہم	بت	پرستی	چھوڑ	کر	زاہد	کنہ	پوجو	صد
ہم	کام	میں	تجھ	کیا	غرض	رہ	دھیان	لا
اپ	کام	پر	(۲۵)					
محمد	کا	محبت	آیہا	ہے	تھار	منج	دل	میں
علی	گھر	بھیک	منگنے	تھے	بھر	دکلی	جھولی	جوں
								(۲۶)

محمد قلی قطب شاہ کے ہاں محمد ﷺ کے ساتھ حضرت علیؑ کو بہت محبت دی گئی ہے۔ جگہ جگہ نبی اور حضرت علی کا صدقہ مانگا گیا ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک نبی کی محبت ہی سب کچھ ہے۔ اور یہ حضرت علی ہی کے صدقے سے ملتی ہے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ مذہب ایک طریقہ اور نظام کا نام ہے اور یہ نظام ہمیں زندگی گزارنے کے لیے ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں دیا ہے۔ اس سے بہتر اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ مذہب ایک راستہ ہے۔ جو نبی اپنی قوم کو دکھاتا ہے اور اس پر چلنے کے لیے کہتا ہے۔ یہی نظریہ ہمیں قلی قطب شاہ کے ہاں بھی مذہب کے متعلق نظر آتا ہے۔ ان کی مابعد الطبیعیاتی سوچ میں مذہب کا عمل دخل اتنا ہی ہے جتنا کہ وہ انسان کو بہتر زندگی گزارنے کا طریقہ بتاتا ہے۔

حوالہ جات

- ۱۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، (مرتبہ)، تاریخ ادب اردو، دہلی: ایجوکیشنل پبلسٹنگ ہاؤس، ۱۹۸۹ء، ص ۳۸۲
- ۲۔ محی الدین قادری زور، ڈاکٹر، سید، (مرتبہ)، کلیات سلطان محمد قلی قطب شاہ، حیدرآباد دکن: مجلس اشاعت دکنی مخطوطات، ۱۹۳۰ء، ص ۴۸
- ۳۔ ایضاً، ص ۲۲۶
- ۴۔ سمت (سہ ماہی)، مدیر: عبیداعجاز، شمارہ نمبر ۳۵، جولائی تا ستمبر، ۲۰۱۷ء، ص ۴۰۷
- ۵۔ محی الدین قادری زور، ڈاکٹر، سید، (مرتبہ)، کلیات سلطان محمد قلی قطب شاہ، ص ۲۰۸
- ۶۔ ایضاً، ص ۱۰
- ۷۔ مسعود حسین، محمد قلی قطب شاہ، نئی دہلی: ساہتیہ اکادمی، ۱۹۸۹ء، ص ۱۳
- ۸۔ محی الدین قادری زور، ڈاکٹر، سید، (مرتبہ)، کلیات سلطان محمد قلی قطب شاہ، ص ۲۳
- ۹۔ ایضاً، ص ۲۳
- ۱۰۔ ایضاً، ص ۲۶۳
- ۱۱۔ محی الدین قادری زور، سید، سلطان محمد قلی قطب شاہ، حیدرآباد دکن: سب رس کتاب گھر، ۱۹۳۰ء، ص ۵۴
- ۱۲۔ محی الدین قادری زور، ڈاکٹر، سید، (مرتبہ)، کلیات سلطان محمد قلی قطب شاہ، ص ۶
- ۱۳۔ ایضاً، ص ۱۱۵
- ۱۴۔ سیدہ جعفر، ڈاکٹر، (مرتبہ)، کلیات محمد قلی قطب شاہ، نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۵ء، ص ۳۱
- ۱۵۔ علی یاسر، ڈاکٹر، تصور فقاہ، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۲۰ء، ص ۱۵۲

- ۱۶۔ محی الدین قادری زور، ڈاکٹر، سید، (مرتبہ)، کلیات سلطان محمد قلی قطب شاہ، ص ۱۶
ایضاً، ص ۲۱۳
- ۱۸۔ سمت (سہ ماہی)، شمارہ نمبر ۳۵، جولائی تا ستمبر، ۲۰۱۷ء، ص ۴۰۹
- ۱۹۔ محی الدین قادری زور، ڈاکٹر، سید، (مرتبہ)، کلیات سلطان محمد قلی قطب شاہ، ص ۱۹۹
ایضاً، ص ۱۱۳
- ۲۱۔ قیوم صادق، ڈاکٹر، دکنی ادب، حیدرآباد: اعجاز پرنٹنگ پریس، ۱۹۸۸ء، ص ۱۶
- ۲۲۔ محی الدین قادری زور، ڈاکٹر، سید، (مرتبہ)، کلیات سلطان محمد قلی قطب شاہ، ص ۱۶۱
ایضاً، ص ۱۸۹
- ۲۴۔ آغا محمد باقر، تاریخ نظم و نثر اردو، لاہور: برانچ کوآپریٹو کیسٹل پریس، ۱۹۳۸ء، ص ۳۴
- ۲۵۔ محی الدین قادری زور، ڈاکٹر، سید، (مرتبہ)، کلیات سلطان محمد قلی قطب شاہ، ص ۱۱۵
ایضاً، ص ۲۰۰